''الامامۃ والسیاسۃ'' کا مصنف کون ہے؟

تحریر: محمد نوری☆

ترجمہ: ڈاکٹر سفیر اختر☆☆

تاریخ اسلام کے طالب علم کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' سے بخوبی واقف ہیں۔ ناشرین نے، اگرچہ اسے ابن قتیبہ دینوری (۲۱۳-۲۷۶ھ) کی تصنیف کے طور پر شائع کیا ہے،[1] مگر ابن قتیبہ کی جانب اس کی نسبت کو بحیثیت مجموعی مشکوک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حال ہی میں تہران سے اس کا فارسی ترجمہ ''امامت و سیاست: تاریخ الخلفاء'' کے نام سے شائع ہوا ہے[2] جو مصطفیٰ البابی الحلبی-قاہرہ کے شائع کردہ عربی متن پر مبنی ہے۔ اس ترجمے کی اشاعت کی مناسبت سے ''فصل نامۂ کتاب ہای اسلامی'' (قم)[3] میں جناب محمد نوری نے ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے مصنف کی تعیین کے حوالے سے تحقیقات کا جائزہ لیا ہے۔

ابن قتیبہ کے آثار سے برصغیر پاکستان و ہند میں عربی زبان و ادب اور تاریخ کے شائقین نے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ اس کی کتاب ''المعارف'' کے دو ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ایک ناقص ترجمہ سلام اللہ صدیقی نے ''تاریخ الانساب'' کے نام سے کیا تھا (کراچی: پاک اکیڈمی، ۱۹۸۵)، دوسرا ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی کے قلم سے چند برس پہلے شائع ہوا ہے (کراچی: قرطاس، ۱۹۹۹ء)۔ اسی طرح ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے ایک حصے کا ترجمہ ملک محمد شریف سے یادگار ہے (ملتان: مکتبۃ الساجد، ۱۹۷۲ء)۔

ذیل میں مؤقر معاصر کے شکریے کے ساتھ جناب محمد نوری کے مقالے کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں اضافات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، اضافات [ ] میں درج کیے گئے ہیں۔

مترجم

کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' عہد عباسی [۱۳۲-۶۵۶ھ / ۷۴۹-۱۲۵۸ء] کے ایک معروف انش ور اور مصنف ابو محمد عبداللہ بن مسلم دینوری معروف بہ ابن قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ / ۸۲۸-۸۸۹ء) لی جانب منسوب ہے۔ قدیم اہل قلم میں سے ابن ندیم نے ''الفہرست'' میں ابن قتیبہ کے حالاتِ ندگی اور اس کی تالیفات کے بارے میں لکھا ہے۔ دورِ حاضر میں اس موضوع پر کثرت سے مقالات

اور کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے کارل بروکلمان اور آذرنوش[۴] کے دو اہم مقالات کی جانب اشارہ کرنا ضروری ہے۔ روایت ہے کہ ابوبکر ابن انباری (م۳۰۴ھ/۹۱۶ء) نے ابن قتیبہ اور [اس کے استاد] ابو حاتم سجستانی کی تردید میں ایک مستقل بالذات کتاب ''رسالۃ المشکل'' تالیف کی تھی۔

ابن قتیبہ کو عربی ادب، قرآن و حدیث، فقہ و کلام اور تاریخ میں وسیع معلومات کے باعث ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ ان موضوعات پر اس نے تالیفات یادگار چھوڑی ہیں۔[۵] اس کے دوسرے دو اختصاصات میں سے ایک جہمیہ اور معتزلہ سے اس کا مبارزہ ہے، اور اس میں حدیث رسولؐ اور نصِ شرعی کو معیار بنانا ہے۔[۶] اس کا دوسرا اختصاص عباسی خلافت کے ساتھ اس کا تعاون ہے کہ متوکل علی اللہ [۲۳۲-۲۴۷ھ] کے وزیر کی جانب سے دینور کے منصبِ قضا پر فائز ہوا تھا۔ شعوبیت کے علم برداروں سے اس کے مبارزے کو اس تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ عباسی خلافت کے قریب ہونا چاہتا تھا۔ وہ خود ایرانی تھا، مگر بعض کتابوں میں اس نے عجمیوں اور ایرانیوں پر عربوں کی برتری ثابت کی ہے۔[۷]

کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' جو ''تاریخ الخلفاء'' کے نام سے بھی معروف ہے، خلافت ابوبکرؓ سے خلافت ہارون الرشید اور امین کے قتل ہونے تک مسلمانوں کی سیاسی تاریخ ہے۔ یہ کتاب اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی اور کئی بار چھپی ہے۔ پہلی بار دو صدی [کذا: ایک صدی] پیشتر قاہرہ سے ۱۳۲۲ھ میں چھپی تھی۔[۸] خلیل المنصور نے اس کی تصحیح کی اور اسے ۱۹۹۷ء [۱۴۱۷-۱۸ھ] میں بیروت میں برائے طباعت پیش کیا۔ علی شیری نے بھی اس کا مصحح نسخہ مرتب کیا ہے جو چند بار چھپا ہے، ایران سے یہی نسخہ انتشارات شریف رضی کے توسط سے ۱۳۷۱ھ ش/۱۴۱۳ھ میں شائع ہوا۔

کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا متن اس کے مؤلف سے قطع نظر، تاریخی اور علمی قدر و قیمت کا حامل ہے اور تاریخ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں کے واقعات [سے آگاہی] کے لیے اولیں منابع میں سے ہے۔ اس اہمیت نے بہت سے لوگوں کو اس کے مؤلف کے بارے میں تحقیق و تفحص پر لگا دیا ہے کہ اس کا مؤلف ابن قتیبہ نہیں، اکثر، اور بالخصوص دورِ حاضر کے، محققین کا اس پر اتفاق رائے ہے، تاہم اس سلسلے میں ہمیشہ یہ تین سوال اٹھائے گئے ہیں:

☆ اس کا مؤلف واقعتاً کون ہے؟

[فارسی] مترجم نے ابن قتیبہ کے بارے میں صرف دو صفحے لکھے ہیں، اور جب اس کی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے ''الامامۃ والسیاسۃ'' پر پہنچتے ہیں تو صرف یہ عبارت لکھنے پر اکتفاء کرتے ہیں: ''منسوب بہ وی'' (ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے)، حالانکہ لازم تھا کہ مذکورہ بالا تینوں سوالوں کے جواب میں کتاب کے ایرانی قارئین کے لیے ان مطالب پر بحث کی جاتی۔ ٹائٹل اور کتاب کے پہلے صفحے پر کتاب کے ابن قتیبہ کی جانب منسوب ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے مصحح، خلیل المنصور نے بھی اپنے مقدمے میں اس کتاب کے ابن قتیبہ کی جانب منسوب ہونے کا کوئی اشارہ نہیں کیا۔ وہ صرف یہ عبارت لائے ہیں: ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ للعالم الفاضل المورخ العظیم عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری''۔[۹] اس عبارت سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کتاب کا لکھنے والا قطعی طور پر ابن قتیبہ ہے۔

ابن ندیم پہلا شخص ہے جس نے نسبتاً تفصیل سے ابن قتیبہ کی زندگی پر لکھا ہے اور اس کی کتابوں کی فہرست مرتب کی ہے، لیکن ابن قتیبہ کی کتابوں میں ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا کوئی ذکر نہیں کیا۔[۱۰] ابن قتیبہ کی کتابوں کی تعداد ۳۴ سے تین سو تک شمار کی گئی ہے۔[۱۱] آذرنوش نے جیرارڈ لے کامتے (Gerard Lecomte) کی پیروی میں ابن قتیبہ کی کتابوں کو سات انواع میں تقسیم کیا ہے: (۱) وہ کتابیں جن کے ابن قتیبہ کی جانب انتساب میں کوئی اختلاف نہیں، اور سبھی ''عیون الاخبار'' کی طرح مطبوعہ ہیں۔ (۲) وہ کتابیں جن کے ابن قتیبہ کی طرف انتساب میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ (۳) وہ کتابیں جو ضائع ہو گئی ہیں، یا جن کی نسبت ابن قتیبہ کی طرف مشکوک ہے۔ (۴) وہ کتابیں جن کے موجود ہونے کا امکان ہے، اور شاید کبھی دریافت ہو جائیں۔ (۵) وہ کتابیں جن کے بارے میں ان کے ناموں کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔(۶) وہ کتابیں جن کے نام کچھ دوسری معروف کتابوں کے ناموں پر ہیں، یا کسی کتاب کے کسی حصے پر ان کا اطلاق کیا گیا ہے۔ (۷) وہ کتابیں جن کا ابن قتیبہ کی طرف انتساب قطعی طور پر، یا قوی احتمال کی بنیاد پر درست نہیں۔ آذرنوش اپنے دلائل کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیے بغیر، کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو ساتویں نوع کے زمرے میں شمار کرتا ہے،[۱۲] اور اپنی تائید میں لے کامتے کی کتاب کا حوالہ دیتا ہے۔

۱۔ کتاب کے متن میں ایک ایسی خاتون کا ذکر ہے، اور اس سے روایت لی گئی ہے، جسے فتح اندلس (۹۲ھ) کا عینی شاہد قرار دیا گیا ہے، جب کہ ابن قتیبہ کی ولادت ۲۱۳ھ کی ہے۔

۲۔ کتاب کے متن میں ابن ابی لیلیٰ کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں، حالانکہ وہ ۱۴۸ھ میں کوفے میں قاضی تھا، اور اس کا ابن قتیبہ کی زندگی کے ماہ و سال سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

۳۔ قدیم اہل قلم کی تالیفات میں اس کتاب کا ذکر نہیں۔

۴۔ خود ابن قتیبہ نے اپنی دوسری کتابوں میں اس کا نام نہیں لیا۔(۱۳)

ثروت عکاشہ، محمد اسکندرانی، علی شیری اور رسول جعفریان نے چند اور دلائل پیش کیے ہیں، جنہیں ہم اُوپر کے دلائل میں بطور اضافہ لاتے ہیں:

۵۔ متنِ کتاب میں آیا ہے کہ مؤلف دمشق میں تھے، حالانکہ ابن قتیبہ دینور کے علاوہ بغداد سے باہر کہیں نہیں گیا۔

۶۔ مؤلفِ کتاب موسیٰ بن نصیر کے حملۂ مراکش کا ذکر کرتا ہے، حالانکہ یہ شہر یوسف بن تاشفین نے ۴۵۴ھ میں آباد کیا تھا، اور یہ بیان، ۲۷۶ھ میں ابن قتیبہ کی وفات کے ساتھ بالکل بے جوڑ ہے۔

۷۔ کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کی نثر اور اسلوبِ تحریر ابن قتیبہ کی دوسری کتابوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔(۱۴)

اس سے قبل ابن قتیبہ کی جانب کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے غلط انتساب پر مستشرقین قلم اٹھا چکے تھے، اور اپنی تحریروں میں یہی دلائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے تھے۔ پہلا مستشرق جس نے اس کتاب کا ابن قتیبہ کی تالیف ہونا محال خیال کیا تھا، ہسپانوی محقق گاینگوس تھا۔ تاریخِ اسلام پر اس کی گہری نظر تھی اور ۱۴۰ سال پیشتر اس موضوع پر اس نے ایک کتاب شائع کی تھی۔ اس کے مباحث میں سے ایک ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا ابن قتیبہ کی جانب انتساب بھی ہے۔(۱۵)

گاینگوس سے تقریباً چالیس برس بعد ڈوزی نے [اس موضوع پر] اپنی تحقیقات کا اضافہ کیا اور گاینگوس کے دلائل کو تقویت دی۔(۱۶) ڈوزی کے بعد بروکلمان نے ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' (چاپ: لیڈن) کے مقالہ ''ابن قتیبہ'' میں اس کتاب کے انتساب پر بحث کی، البتہ بروکلمان نے دی خویہ کی تحقیقات سے بھی استفادہ کیا ہے۔(۱۷) [یہ بات نہایت ضروری ہے کہ] اس بحث میں

کتاب لکھی، اور وہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے انتساب کے بارے میں اختلاف کو ساتویں صدی ہجری تک پیچھے لے گئے، اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ پہلا شخص جس نے اس کتاب کے ابن قتیبہ کی جانب انتساب میں شک کیا وہ ساتویں صدی ہجری کا ابوبکر محمد معافری تھا۔[۱۹]

ابن قتیبہ کی جانب کتاب کے انتساب کی مخالفت کرنے والوں نے جو مذکورہ سات دلائل پیش کیے ہیں، ان پر جبرائیل جبور نے شک کا اظہار کیا ہے۔ جبور پہلی دلیل کے بارے میں کہتے ہیں: ''ممکن ہے کہ سند میں سے چند ایک افراد کے نام ساقط ہو گئے ہوں''، نیز جبور اس بحث کو اپنی بات کی تائید میں لائے ہیں کہ کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے نسخوں میں ''ذکروا'' کہہ کر یہ بات کہی گئی ہے۔

جبور یہی تردید دوسری دلیل کے بارے میں بھی لائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن قتیبہ اور ابن ابی لیلیٰ کے درمیان راویوں کے نام حذف ہو گئے ہیں، یا ابن قتیبہ نے جان بوجھ کر واقعات 'مرسل صورت' میں (اسناد کے راویوں کا ذکر کیے بغیر) بیان کیے ہیں۔ جبور، ابن ابی لیلیٰ سے استناد اور ''عیون الاخبار'' میں اس کی روایت کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ ابن قتیبہ، ابن ابی لیلیٰ سے بغیر واسطے کے براہ راست نقل کرتا ہے، اور یہ اس کا رویہ ہے۔ پانچویں دلیل کے بارے میں جبور کا کہنا ہے: ''میں نے کتاب 'الامامۃ والسیاسۃ' کو دو مرتبہ پڑھا ہے، لیکن مجھے دمشق میں مؤلف کی اقامت کا صراحت سے کوئی ذکر نہیں ملا۔ ایسا نظر آتا ہے کہ گاینگوس کو فہم عبارت میں اشتباہ ہوا ہے''۔

جبور چھٹی دلیل بھی قبول نہیں کرتے، کیوں کہ ۱۳۳۱ھ [کذا] کی اشاعت میں ''مراکش'' کا نام نہیں آیا، بلکہ صرف ''مغرب'' کا ذکر ہوا ہے۔ گاینگوس موسیٰ بن نصیر کی قلمرو کو مغرب اقصیٰ جانتا ہے، اس لیے سہواً متن میں مذکور مغرب کی جگہ مراکش کا ذکر کر دیا ہے۔[۲۰] جبور دوسرے دلائل کو بھی قابل گرفت سمجھتا ہے۔[۲۱] اس کے نزدیک ضروری ہے کہ زیادہ مضبوط دلائل سے استناد کیا جائے، تاہم وہ خود اس کتاب کا ابن قتیبہ کی جانب انتساب غلط سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر ابن قتیبہ عباسی خلفاء کی تاریخ لکھتا ہے، حالانکہ اِن خلفاء کا زمانہ ابن قتیبہ کی زندگی کے بعد کا ہے۔ ابن قتیبہ اپنے معمول کے مطابق دوسروں کی کتابوں کے مطالب کا ذکر کرتا ہے، لیکن ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں مؤلف کا [illegible] نہیں۔[۲۲]

نہایت سنجیدہ نقد و گرفت کرتے ہیں، لیکن ان کے ساتھ ایک نکتے میں اشتراکِ نظر رکھتے ہیں، اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' بہرحال ابن قتیبہ کی تالیف نہیں۔

بروکلمان دوسرے سوال کے جواب میں، دی خویہ کے قول کی بنیاد پر، اس کتاب کو مصر، شمالی افریقہ یا ابن قتیبہ کے کسی معاصر لکھنے والے کی تالیف سمجھتا ہے۔(۲۳) بروکلمان نے لکھنے والے کے نام کی تعیین اور شناخت کے بارے میں کوئی کوشش نہیں کی، چنانچہ مؤلف کا نام آشکار نہ ہوا۔

اس سوال کے تجزیے میں کہ کتاب کے مؤلف نے اپنا نام کیوں چھپایا، یا اپنے نام کی جگہ ابن قتیبہ کا نام کیوں استعمال کیا ہے، یہ کہا گیا ہے:

ابن قتیبہ دنیائے اسلام کی ایک مشہور شخصیت تھی، اور مؤلف نے اپنی آراء کے عام کرنے کے لیے اس شہرت سے استفادہ کیا ہے۔(۲۴)

اسحاق حسینی کے پیش کردہ مفروضے کے مطابق اس بات کا امکان ہے کہ کتاب میں کوئی فصل یا فصلیں ابن قتیبہ کے قلم سے موجود ہوں، اور ابن قتیبہ کی شہرت کی بنیاد پر بعد میں پوری کتاب اس کے نام سے معروف ہوگئی ہو۔(۲۵)

اس وقت جب کہ مؤلف [کی تعیین] کے بارے میں گاینگوس کی بھرپور تلاش و جستجو کامیاب نہ ہوئی، جبور نے دعویٰ کیا کہ کتاب کے اصل مؤلف کا سراغ لگا لیا گیا ہے۔ وہ اس انکشاف کی داستان ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

> پندرہ برس پیشتر جب میں ابن بسام کی کتاب ''الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ'' [کے متن کی تحقیق] میں مصروف تھا۔ اس میں میں نے ابن حزم کے بارے میں اطلاعات کے ساتھ اس کی کتابوں کی فہرست دیکھی جس میں دوسری کتابوں کے ساتھ ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا ذکر بھی تھا۔ اس بات نے میرے خیال کو محکم کر دیا، کیوں کہ اس سے پہلے میرا قیاس تھا کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا مؤلف کوئی اندلسی مفکر ہے۔ بعد میں مزید مطالعے سے مجھے یقین ہوگیا کہ کتاب کا مؤلف ابن حزم ہے۔(۲۶)

جبور کا یہ خیال ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے متن، ابن حزم کی دوسری کتابوں سے اس کی [مبیّنہ] ہم آہنگی اور تاریخی قرائن پر مبنی ہے۔(۲۷) ان دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

میں جو زاویۂ نظر اختیار کیا گیا ہے، یہ ابن حزم کی زندگی کے آخری حصے کے مطابق ہے۔

۲۔ [کتاب میں مؤلف کا] صحابہؓ اور ائمہ کے بارے میں رویّہ ابن قتیبہ کے مشرب کے مطابق نہیں، البتہ ابن حزم کے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ ہے۔

۳۔ متن میں شیعہ کی جانب میلان اور امویوں کی مخالفت ابن قتیبہ کے بجائے ابن حزم کے مشرب کی نشان دہی کرتی ہے۔

۴۔ مؤلف نے اندلس اور مغرب کی فتوحات کی تفصیل دی ہے، لیکن شام، مصر، عراق اور ہندوستان کی فتوحات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ یہ مؤلف کے انتخاب اور احتیاط کا اظہار ہے، اور اس کا تعلق منطقۂ مغرب و اندلس سے ہے۔

۵۔ ابن عبدربہ کا نقطۂ نظر، اور کتاب ''عقدالفرید'' میں اس کی بعض عبارتیں ''الامامۃ والسیاسۃ'' سے مشابہ ہیں۔ گویا ابن عبدربہ اور ابن حزم دونوں نے مدائنی سے اقتباس کیا ہے۔[۲۸]

بہرحال جبور کا پختہ خیال ہے کہ ابن بسّام کے ہاں ''الامامۃ والسیاسۃ'' کے مصنف کے طور پر ابن حزم کے ذکر، اور ابن قتیبہ کے عدمِ ذکر سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کتاب ابن حزم کی تالیفات میں سے ہے۔[۲۹]

محمد یوسف نجم نے ایک مقالے میں جبور کے دلائل پر گرفت کی ہے۔ نجم، جبور کے دعوے کو اس اطلاع پر مبنی قرار دیتا ہے جو ابن بسّام کی کتاب ''الذخیرہ'' میں آئی ہے، حالانکہ اس کی رائے میں ''معجم الادباء'' میں جو ''الذخیرہ'' سے تیس برس پہلے شائع ہوئی تھی، یہی اطلاع موجود ہے۔[۳۰] نجم کو اس بات پر تعجب ہے کہ ابوبکر ابن العربی، ابن حزم کا معاصر تھا اور اسے بخوبی جانتا تھا، اس نے ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو ابن حزم سے کیوں منسوب نہ کیا اور ابن قتیبہ سے کیوں منسوب کیا ہے؟ نجم اس نکتے کو جبور کے دعوے کا ایک نقص خیال کرتا ہے۔

اسی طرح نجم کا خیال ہے کہ ابن حزم کی کتابوں کے جلائے جانے کا حادثہ (۳۹۳-۳۹۴ھ) مختصر وقت، یعنی کم و بیش دو سال کے لیے پیش آیا تھا، اور جغرافیائی طور پر اس کا تعلق ایک محدود سے علاقے سے تھا، اس لیے ابن حزم کی تمام کتابیں ناپید نہیں ہوئیں۔ ابن حزم اپنی زندگی میں ابن قتیبہ سے زیادہ شہرت رکھتا تھا، اور اس کی وفات پر ظاہری مکتب فکر نے خاصا فروغ

حزم کی کتابوں کی خرید و فروخت کرتے تھے، درست معلوم نہیں ہوتا۔[۳۱]

بہرحال نجم نے جبور کے دلائل کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے، اور نقد کرتے ہوئے انہیں رد کر دیا ہے، تاہم نجم نے آخرالامر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ابن قتیبہ کی طرف کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کی نسبت بوجوہ مشکل ہے، لیکن اسے ابن حزم سے منسوب کرنا بھی صحیح نہیں۔

نجم کے اظہارِ خیال کے بعد جبرائیل جبور نے دوبارہ ایک طویل مقالے (۱۶ صفحات) میں نجم کے نقطۂ نظر کا جائزہ لیا اور اپنے اس نظریے پر اصرار کیا ہے کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' ابن حزم کی تالیف ہے۔[۳۲] اس مقالے کے آخر میں جبور سفارش کرتا ہے کہ متخصص محققین اس اہم کتاب کے تمام خطی نسخوں کا [تقابلی] مطالعہ کرتے ہوئے اس کی تصحیح کریں، اس کا متن متعدد مقامات پر غیر واضح ہے، نیز ابن عبدربہ کی کتاب ''عقد الفرید'' جیسی اُن کتابوں کا بھی جائزہ لیا جائے جن کی عبارت اور متن اس کتاب سے تشابہ رکھتا ہے، تاکہ کوئی صحیح تر نتیجہ ہاتھ آئے۔ ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں جاحظ، مدائنی، ہیثم بن عدی اور ابن قتیبہ کے اقوال بکثرت نقل کیے گئے ہیں، مصحح علمی روش پر ان کی جانچ پڑتال کرے۔ بہرحال جامع و کامل تصحیح و تنقیح کے بعد ہی اس کتاب کے بارے میں زیادہ تر مشکلات، جن میں اس کے انتساب کا مسئلہ بھی شامل ہے، دور ہوں گی۔

کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو سب سے پہلے کس نے ابن قتیبہ کی طرف منسوب کیا ہے؟ اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے۔ گاہے ابوبکر ابن العربی (م۵۴۳ھ) کو پہلا فرد سمجھا جاتا ہے جس نے ''العواصم من القواصم'' میں (صفحات ۲۴۵ و ۲۴۸) اسے ابن قتیبہ سے منسوب کیا ہے،[۳۳] لیکن شیری نے ابوعبداللہ التوزی معروف بہ ابن شباط کو ''صلۃ السمط'' میں ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو ابن قتیبہ سے منسوب کرنے کی بنیاد پر اس سلسلے میں اوّلیں فرد قرار دیا ہے۔[۳۴] قاضی ابوبکر ابن العربی نے دو جگہ اپنی کتاب میں اصحاب کرامؓ کے دفاع میں ''الامامۃ والسیاسۃ'' کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی بار (ص۲۴۵) کتاب کا ذکر نہیں کیا، اور ''الامامۃ والسیاسۃ'' کی عبارت اس کی سند کے ساتھ نقل کی ہے، لیکن دوسری بار (ص۲۴۸) صراحتاً ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو ابن قتیبہ کی تالیف قرار دیا ہے، تاہم ''العواصم من القواصم'' کے محقق محب الدین الخطیب نے حاشیے میں اس انتساب کو ابوبکر ابن العربی کا سہو بیان کیا ہے۔

فقہاء نے ابن حزم اور اس کی آراء کی اس حد تک مخالفت کی کہ اس کی کتابیں جلوا دیں، مگر ابن قتیبہ ان کے درمیان اچھی شہرت رکھتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ امر فطری تھا کہ تاجرانِ کتب ''الامامۃ والسیاسۃ'' کو بازار میں رکھنے کے لیے اسے ابن قتیبہ کی جانب منسوب کر دیں،(۳۶) یا بعض لوگوں نے کتاب کی حفاظت اور اسے ضائع ہو جانے سے بچانے کی خاطر ابن قتیبہ سے منسوب کر دیا۔

ابن قتیبہ کی جانب کتاب کے انتساب کے حوالے سے ماضی سے لے کر حال تک کی متنوع تحقیقات سے پانچ نظریات سامنے آتے ہیں:

۱۔ یہ ابن قتیبہ کی تالیف ہے۔
۲۔ کتاب کے بعض حصے ابن قتیبہ کے لکھے ہوئے ہیں۔
۳۔ ابن حزم کی تالیف ہے۔
۴۔ شمالی افریقہ یا مصر کے کسی دانش ور کی کاوش ہے۔
۵۔ ابن قتیبہ کی تالیف نہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ کس کی تالیف ہے؟

اُمید ہے کہ جدید تحقیقات کے نتیجے میں اس معمے کا راز کھل جائے گا۔

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ نگاری اور سیاسی فکر میں ''الامامۃ والسیاسۃ'' ایک بہت ہی اہم متن ہے، اور اس کے فارسی ترجمے کو نیک فال سمجھنا چاہیے، اگرچہ ایک ایسے تجزیاتی مقدمے کی جگہ خالی ہے جو اس کتاب کی مختصر تاریخ، اہمیت اور اس کی محتویات کے جائزے پر مشتمل ہو، تاکہ فارسی دان [اور دوسرے] قارئین بہتر تفہیم، اور زیادہ جذب و توجہ سے اس کے مطالب کا استقبال کریں۔ اس مقالے میں کتاب کے صرف ایک پہلو، یعنی ابن قتیبہ کی جانب اس کے [صحیح یا غلط] انتساب پر لکھا گیا ہے۔ شائستہ امر یہ ہوگا کہ محققین اس کے فارسی ترجمے کی نوعیت کے ساتھ کتاب کے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دیں۔

حواشی

۱۔ [مطبعۃ مصطفیٰ محمد صاحب المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ-مصر نے ایک ایڈیشن ''تاریخ الخلفاء الراشدین و دولۃ بنی امیہ المعروف بالامامۃ والسیاسۃ'' کے عنوان سے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں شائع کیا۔ شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی

۳۔ [سال دوم، شمارہ چہارم، بہار ۱۳۸۰ھ ش، صفحات ۷۵-۸۲]

۴۔ بروکلمان کا مقالہ ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' (لیڈن) اور آذرتاش آذرنوش کا مقالہ ''دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی'' میں شائع ہوا ہے۔

۵۔ دیکھیے: عبداللہ الجبوری، ''دراسۃ فی کتب ابن قتیبہ''، مجلّہ آداب المستنصریہ، شمارہ ۲ (۱۹۷۷ء)، صفحات ۱۰۵-۱۳۲، شمارہ ۳ (۱۹۷۸ء)، صفحات ۲۲۳-۲۵۰

۶۔ ابن قتیبہ کے کلامی نظریات کا تجزیہ کاظم حطیط کی کتاب ''مع ابن قتیبہ فی العقیدۃ الاسلامیہ'' (بیروت: الشرکۃ العالمیہ للکتاب، ۱۹۹۰ء) میں موجود ہے۔

۷۔ شعوبیت اور شعوبیت کی مخالفت کے موضوع پر ابن قتیبہ کے نظریات کے حوالے سے متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے دیکھیے: عبداللہ الجبوری، ابن قتیبہ والشعوبیہ، بغداد: ۱۹۹۰ء

۸۔ دیکھیے: بروکلمان، مقالہ ''ابن قتیبہ''، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (لیڈن)، نیز یوسف الیان سرکیس، معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ، قم، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۱۲

۹۔ الامامۃ والسیاسۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء، ص۳

۱۰۔ الفہرست، بہ کوشش رضا تجدّد، تہران، ۱۹۷۳ء، صفحات ۸۵-۸۶ [اُردو ترجمہ محمد اسحاق بھٹی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۹۴-۱۹۶؛ انگریزی ترجمہ The Fihrist of al-Nadim (ترجمہ بیارڈ ڈاج)، نیویارک: کولمبیا یونیورسٹی پریس ۱۹۷۰ء، صفحات ۱۷۰-۱۷۲]۔

۱۱۔ جبرائیل جبور، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، الابحاث، سال ۱۳ (۱۹۶۰ء)، ص ۳۸۴

۱۲۔ دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، تہران، ۱۳۷۰ھ ش، ج۴، صفحات ۴۵۸-۴۵۹

۱۳۔ عبداللہ الجبوری، ''دراسۃ فی کتب ابن قتیبہ''، ''مجلّہ آداب المستنصریہ''، شمارہ ۳ (۱۹۷۸ء)، ص۲۴۵

۱۴۔ محمد اسکندرانی، ''مقدمہ'' کتاب عیون الاخبار، بیروت، ۱۹۹۷ء، جلد۱، ص ۲۵؛ ثروت عکاشہ، ''مقدمہ'' کتاب المعارف، ص ۵۹؛ رسول جعفریان، ''منابع تاریخ اسلام'' قم، ۱۳۷۶ھ ش، ص ۱۴۰؛ علی شیری، ''مقدمہ'' کتاب الامامۃ والسیاسۃ، ص۸۔

15. Pascual De Gayangos, The History of the Mohammedan Dynasties in Spain, 2 Vols., London, 1840-43.

16. R.Dozy, Reserches Sur'l Histoire et la Litterature de l'Espagne Pandant le Moyen Age, Leyden, 1881,Vol.1, pp.21-28.

۱۷۔ یہ تحقیقات ان کوائف کے ساتھ شائع ہوئی ہیں:

De Goeje, Riveu Studis of Orintal, Vol.1, pp.415-421

of Ibn Qutayba ، بیروت، امریکن پریس، ۱۹۵۰ء، ص ۵۵] اسحاق موسیٰ حسینی کی کتاب کا ہاشم یاغی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے (ابن قتیبہ، بیروت: المؤسسۃ العربیہ للدراسات والنشر، ۱۹۸۰ء، ص ۷۸)

۲۰۔ جرائیل جبور، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، صفحات ۳۸۸-۳۸۹

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایضاً[جرائیل جبور کا یہ کہنا درست نہیں کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں عباسی خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے، جو ابن قتیبہ کی رحلت کے بعد برسر اقتدار آئے تھے۔ کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں ہارون الرشید کی خلافت کے حالات ہیں جس کا زمانۂ خلافت ۱۹۳ھ میں ختم ہو گیا تھا، اور ابن قتیبہ اس کے بیس برس بعد ۲۱۳ھ میں پیدا ہوا، اور تیس چالیس برس بعد جوان ہونے والے ایک فرد کے لیے ممکن ہے کہ وہ متقدمین کا ذکر کر سکے]۔

۲۳۔ دیکھیے: انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مقالہ ''ابن قتیبہ''

۲۴۔ اسحاق موسیٰ حسینی، ''ابن قتیبہ'' [ترجمہ] ، ص ۷۸، [The Life and Works of Ibn Qutayba ، ص ۵۵]

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ جرائیل جبور، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، ص ۳۹۰

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۹۰-۳۹۵

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ محمد یوسف نجم، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، مجلّہ ''الابحاث''، سال ۱۴، شمارہ ۱ (۱۹۶۱ء)، ص ۱۲۲

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۲۳؛ جرائیل جبور، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، مجلّہ ''الابحاث''، سال ۱۴، ش ۲ (۱۹۶۰ء)، صفحات ۳۲۶-۳۴۱

۳۳۔ جرائیل جبور، ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، مجلّہ ''الابحاث''، سال ۱۴، شمارہ ۲ (۱۹۶۱ء)، صفحات ۳۲۶-۳۴۱

۳۴۔ ایضاً، صفحات ۳۹۲-۳۹۳

۳۵۔ عبداللہ جبوری، ''دراسۃ فی کتب ابن قتیبہ''، ص ۲۴۶؛ جرائیل جبور، مقالہ ''کتاب الامامۃ والسیاسۃ''، ص ۸۳۷

۳۶۔ القاضی ابوبکر بن العربی، العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابہ (تحقیق محبّ الدین الخطیب)، بیروت، ۱۹۸۶ء

۳۷۔ جرائیل جبور، ''الامامۃ والسیاسۃ''، صفحات ۳۹۲-۳۹۳